تھیں جس کے دم سے بہاریں وہ باغباں نہ رہا

طاہر سورتی

(بیان در جلسۂ تعزیت مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدلله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، سيدنا ونبينا ومولانا محمد وعلى اله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

تعزیت کی مدت:

علماءِ کرام، مہمانانِ عظام، عزیز طلبہ!

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تعزیت تین دن تک ہے، تین دن کے بعد تعزیت نہیں ہے، یہی حال تہنیت (مبارک بادی) کا بھی ہے کہ اگر کسی کو مبارک بادی دینی ہے تو تین دن تک، تین دن کے بعد پھر تہنیت (مبارک بادی) نہیں ہے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ جس نے تین دن کے بعد مبارک باد دی، اس نے دوستی کا مذاق اڑایا اور جس نے تین دن کے بعد تعزیت کی اس نے محبت کا مذاق اڑایا، اس لیے آئندہ کبھی اس طرح کا موقع ہو تو تین دن کے اندر تعزیت کرنی ہے۔ اب آج تو پروگرام شروع ہو چکا ہے اور جو آدمی آپ کو مسئلہ بتا رہا ہے وہ خود اس میں شریک ہے، بہر حال، میری پہلے سے یہ نیت بنی ہوئی ہے کہ ہم تذکرہ کے لیے جمع ہوئے ہیں، تعزیت کے لیے نہیں، تعزیت تو تین دن تک ہوتی ہے، لیکن تذکرہ کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

تذکرۂ بزرگاں تقویتِ دل کا باعث:

ہم اس وقت حضرت شیخ الحدیثؒ کا تذکرہ کررہے ہیں اور یہ تذکرہ محض اس لیے کر رہے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کا تذکرہ دلوں میں تقویت پیدا کرتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ حکایات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کے قلوب کو تقویت بخشتا ہے۔ کسی نے پوچھا اس کی کیا دلیل ہے؟ تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: "وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ." یعنی اے نبی! ہم آپ کے سامنے گزشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات بیان کرتے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام کے واقعات سننے سے دل مضبوط ہوتا ہے، پس اسی طرح ورثۃ الانبیاء یعنی علماءِ ربانیین کے واقعات سننے سے بھی دل مضبوط ہوتا ہے۔

متفرق اشعار و مقولات:

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا جو حادثہ پیش آیا ہے، اس سے متعلق اردو اور فارسی زبان کے بہت سے اشعار ہیں، جو برسہا برس پہلے پتہ نہیں کن کے بارے میں کہے گئے؟ اور جن کے بارے میں کہے گئے وہ ان کے سچے مصداق تھے یا نہیں، یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن ہم حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ واقعۃً ان اشعار کے مصداق ہیں۔ چنانچہ عربی کا ایک بہت مشہور شعر ہے:

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهٗ هُلْكَ وَاحِدٍ	✿	وَلٰكِنَّهٗ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

(قیس کا جانا دنیا سے ایک اکیلے انسان کا جانا نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک پوری عمارت گر جانے کے مترادف ہے)

اس طرح مشہور مقولہ ہے: "موت العالِم موت العالَم" (ایک عالم کی موت پورے عالَم کی موت ہے)

اور ابراہیم ذوقؔ کہتے ہیں: ''زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو'' اس کا مطلب صحیحین کی ایک روایت سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک جنازہ جا رہا تھا، تو لوگوں نے اس کی تعریف کی، حضور ﷺ نے فرمایا: "وجبت" پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے برائی کی، حضور ﷺ نے فرمایا: "وجبت" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "ما وجبت" (یا رسول اللّٰہ) حضور ﷺ نے فرمایا: ایک جنازے کی تم نے تعریف کی، تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور ایک جنازہ کی تم نے برائی کی، تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی، پھر فرمایا: "أنتم شهداء الله في الأرض" (تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو) پوری دنیا حضرت شیخ کی مدح میں رطب اللسان ہے، لہٰذا ہم حدیثِ بالا کی روشنی میں نیک فالی لے سکتے ہیں۔

بيننا و بينكم يوم الجنائز:

امام احمد بن حنبلؒ نے مبتدعین سے فرمایا: بيننا و بينكم يوم الجنائز. (ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے کا دن ہی فیصلہ کرے گا) چناں چہ آپ کے جنازے میں اس زمانہ کے اعتبار سے ایک لاکھ آدمیوں نے شرکت کی، اور آپ کے جنازے کو دیکھ کر سینکڑوں غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا، اسی طرح آپ حضرت شیخ کے جنازے کو دیکھیے! اولاً حضرت کے جنازے سے متعلق ایک اخبار کی کٹنگ آئی، جس میں یہ لکھا تھا کہ آپ کے جنازے میں دس

لاکھ آدمیوں نے شرکت کی، تو مجھے یہ خیال ہوا کہ لکھنے والے نے تھوڑا بڑھا چڑھا کر لکھا ہے لیکن جب میں سہارنپور پہنچا اور وہاں جو میں نے آنکھوں دیکھی باتیں لوگوں سے سنیں، تو مجھے خیال آیا کہ دس لاکھ تو کم لکھا ہے مجمع تو دس لاکھ سے زیادہ ہی ہونا چاہیے۔ تو یہ اللہ رب العزت کے یہاں مقبولیت کی علامت ہے۔

مؤمن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی:

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بوریے پر بیٹھتے اور سوتے تھے، زندگی میں سادگی تھی، تواضع عبدیت اور انکساری بہت زیادہ تھی، لیکن مزاج شاہانہ تھا۔

صابن سے میرا ہاتھ دھلا:

انگلینڈ کے ایک بہت بڑے عالم کا لڑکا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، مالدار گھرانے کا لڑکا تھا، شیخ اس کو جانتے تھے، اس کے والد بھی حضرت شیخ کے خلیفہ ہیں، بہرحال، اس نے آکر مصافحہ کیا، شیخ کا ہاتھ چوما، اس کو ہر وقت نزلہ رہتا تھا، حالاں کہ جس وقت اس نے شیخ کا ہاتھ چوما تو شیخ کے ہاتھ پر کچھ لگا نہیں، لیکن جیسے ہی اس نے ہاتھ چوما تو اس کے سامنے ہی شیخ مجھ سے فرمانے لگے: طاہر! جلدی صابن سے میرا ہاتھ دھلا۔

سورت سے یہ ’’بھیک منگو‘‘ آئے ہیں:

عید کے دوسرے یا تیسرے دن سورت کے کچھ مالدار حضرات آئے (شیخ کا یہ مزاج تھا کہ کوئی اصلاح کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے) انہوں نے سلام کیا، تو شیخ فرمانے لگے: طاہر! سورت سے یہ ’’بھیک منگو‘‘ آئے ہیں، ان کو کچھ کھلا کر روانہ کر! وہاں کسی کو دم

مارنے کی مجال نہیں تھی۔

ڈابھیل کے ایک طالبِ علم کا قصہ:

ڈابھیل کا ایک فاضل طالبِ علم تھا، وہ تھوڑا البیلے قسم کا تھا، اس نے بھی شیخ کا بہت شہرہ سن رکھا تھا، سوچا کہ شیخ سے مل کر آئیں، اب وہ مزاج سے واقف نہیں تھا، اس نے جا کر ویسے ہی شیخ سے ملاقات کی، شیخ نے اپنے معمول کے مطابق ڈانٹ دیا اور فرمایا: دور ہو تو! کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اپنا کام کر! اب وہ باہر آ کر کہنے لگا کہ یہ شیخ الحدیث ہیں؟ اس طرح بات کرتے ہیں!

ڈانٹ باعثِ سعادت

میں آپ کو بتاؤں اور میں ہر بات آنکھوں دیکھی بتاؤں گا، کہ سبق کے اندر شیخ اکثر فرماتے تھے: بچو! میں ہر کسی کو ڈانٹ دیتا ہوں، بول دیتا ہوں، غصہ بھی کرتا ہوں مار بھی دیتا ہوں، لیکن بچو! روزانہ میں ایک دعا مانگتا ہوں، جو حدیث میں وارد ہوئی ہے "أیما مؤمن اٰذیته أو سببته أو جلدته فاجعلها له كفارة وقربة تقربه بها إليك يوم القيامة" (أخرجه مسلم من حديث أبي هريرة وغيره رضی اللہ عنہ) (اے اللہ! جس مؤمن بندے کو میں نے تکلیف پہنچائی ہو، یا برا بھلا کہا ہو، یا مارا ہو، تو میری ایذا رسانی، برا بھلا کہنے اور مارنے کو تو ایسا کفارہ اور ایسی نیکی بنا دے، جس کی برکت سے تو بروز قیامت اسے اپنا قرب عطا فرما) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی عظیم دعا سکھائی ہے۔ دیکھو! شیخ کی ڈانٹ جس کو مل رہی ہے وہ اس کی سعادت ہے، اور واللہ العظیم! شیخ نے کبھی کسی کو نہ انتقام کے جذبہ سے مارا، نہ انتقام کے جذبہ سے ڈانٹا، بلکہ جب بھی

ڈانٹااور مارا تو اصلاح کی غرض سے۔

ایسا گھٹیا کپڑا میں نہیں پہنتا:

سورت کے ایک بہت بڑے سیٹھ تھے، قریب زمانہ میں ان کا انتقال ہوا، ان کا کپڑے کا بہت بڑا کاروبار تھا، شیخ تشریف لائے تو انہوں نے ایک کپڑا شیخ کی خدمت میں پیش کیا، تو شیخ نے اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''ایسا گھٹیا کپڑا میں نہیں پہنتا، لے جاؤ اسے!'' حضرت کو کسی سے کوئی سروکار نہیں تھا، آپ کی امارت، آپ کی مالداری، آپ کا غنا آپ کو مبارک! اللہ تعالیٰ نے ایسا شاہانہ مزاج آپ کو عطا فرمایا تھا۔

آمدم برسرِ مطلب:

میں اشعار کا تذکرہ کررہا تھا، ایک عربی شعر تو میں نے سنا دیا۔ اب ایک فارسی شعر سنیے ؂

آفاقہا گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام	بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(میں پوری دنیا گھوم چکا ہوں، حسینوں سے محبت کر چکا ہوں، بہت اچھے اچھے، خوب صورت دوست میں نے دیکھ لیے، لیکن جو چیز تجھ میں ہے وہ کسی میں نہیں۔

اور شاعر مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؂

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ سارے اشعار حضرت شیخ کی شخصیت پر چسپاں ہوتے ہیں۔

اور آج صبح سے حضرت شیخ کے کمرہ کے اندرونی حصہ کی تصویریں آرہی ہیں، کہ چاروں طرف کتابیں پھیلی ہوئی ہیں، ان کو دیکھ کر بے ساختہ ایک شعر یاد آیا، جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے:

چند تصویرِ بتاں، کچھ حسینوں کے خطوط	بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

وفوق كل ذي علم عليم:

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی دامت برکاتہم ہمارے ہندوستان کے بہت بڑے عالم ہیں کویت میں رہتے ہیں، حدیث سے ان کو بڑا شغف ہے، ان کا ایک مضمون آیا، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ شیخ یونس صاحبؒ کا ایک رسالہ ہے "إرشاد القاصد إلى ماتكرم في البخاري بسند واحد" اس رسالہ کا پس منظر یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا یہ دعوی ہے کہ یقیناً میری اس کتاب میں مکررات بہت ہیں، مگر جو مکررات ہیں ان میں سند میں کہیں نہ کہیں کچھ فرق ہے اس لیے ان کو اصطلاحِ محدثین میں مکرر نہیں کہہ سکتے، اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ آئے اور انہوں نے فرمایا کہ بخاری شریف میں ۲۲؍روایات ایسی ہیں جن میں ایک ہی سند اور ایک ہی متن ہے۔ اس کے بعد پندرہویں اور اکیسویں صدی کا ابن حجر (حضرت شیخ یونسؒ) کہتا ہے کہ بخاری شریف میں ۲۲؍نہیں، بلکہ ۱۶۸؍روایات ایسی ہیں جن کا متن اور سند ایک ہی ہے۔ اس کو کہتے ہیں محدث، اس کو کہتے ہیں طالبِ علم۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

"منهومان لا يشبعان، منهوم في العلم و منهوم في الدنيا" (رواہ الحاکم فی المستدرک) (ایک لالچی علم کا ہوتا ہے کہ پڑھتے پڑھتے اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا اور ایک لالچی مال کا ہوتا ہے کہ کماتے کماتے اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا)

نعمتوں کی قدردانی:

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے یہاں نعمتوں کی بڑی قدر تھی، ہر چیز بہت احتیاط سے استعمال فرماتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن شیخ نے غسل کرنے کے لیے ایک نیا تولیہ نکالا، شیخ نے مجھ سے فرمایا: جانتا ہے کتنے سال سے یہ تولیہ استعمال کر رہا ہوں؟ پھر خود فرمایا: اس کو استعمال کرتے ہوئے پورے ۱۶/سال ہو چکے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیے کہ شیخ نے تولیہ کس طرح استعمال کیا ہوگا کہ ۱۶/سال کے بعد بھی مجھے ایسا لگا کہ بالکل نیا تولیہ ہے بہر حال، حضرت ناپ تول کر چیزوں کو استعمال فرماتے تھے۔ اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرنے والے سے بڑے ناراض ہوتے تھے۔ ہر موسم کا پھل شیخ کے یہاں آتا تھا، لیکن اگر وہ سڑا ہوا ہے، تو شیخ فرماتے: بچہ! جتنا حصہ سڑا ہوا ہے اس کو کاٹ کر پھینک دے، لیکن اگر تھوڑا سا بھی حصہ قابلِ استعمال ہے تو اس کو نکال لے، اس کو پھینکنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ کے مالدار خاندان کے لوگوں کی شیخ تعریف کرتے تھے کہ اس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے اتنا سارا مال و دولت دیا ہے، لیکن ان کے یہاں نعمت کی بڑی قدر ہے۔

ایاز! قدرِ خود بشناس:

اور شیخ اپنی ابتدا کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے، جیسے ایاز جو محمود غزنوی کا وزیر تھا، اس کے بارے میں مولانا علی میاں صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ دوپہر کے وقت محل کے ایک چھوٹے سے کمرے میں جاتا تھا اور تھوڑی دیر اندر رہ کر واپس آجاتا تھا، بڑی چہ می گوئیاں ہوتی تھیں کہ پتہ نہیں کونسا خزانہ وہاں لے جا کر چھپاتا ہے، جب محمود تک یہ بات پہنچی

تو محمود نے تحقیق کی، اور معلوم ہونے پر فرمایا: بھائی ایاز! یہ کیا قصہ ہے؟ تو ایاز نے کہا: حضرت! میں نے اس کمرہ میں اپنا وہ لباس ٹانگ رکھا ہے، جس لباس میں، میں آپ کے پاس پہلے دن غلامی کی حالت میں آیا تھا، پس میں روزانہ اس کمرہ میں جاتا ہوں، اس لباس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کہتا ہوں: ”ایاز! قدرِ خود بشناس“ کہ آج میں اگر چہ وزیر ہوں لیکن میں اپنی ابتدا کو یاد کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایاز! اپنے اس لباس کو دیکھ کر یاد کر کہ تو کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے کیا بنایا ہے؟ تاکہ میرے اندر غرور پیدا نہ ہو۔ اسی طرح حضرت شیخ بھی اپنی ابتدا کو یاد رکھتے تھے، چناں چہ شیخ کی ایک بات مجھے یاد ہے، میں مدرسہ کا ایک طالبِ علم تھا، اور مدرسہ کا کھانا کھاتا تھا، شیخ کا کھانا اکثر و بیشتر مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے یہاں سے (کچے گھر سے) آتا تھا، کبھی دوسروں کے یہاں سے بھی آتا تھا اور کبھی کبھی شیخ کے باورچی خانہ میں ان کا خادم بھی بنایا کرتا تھا اور ہمیشہ اچھے اچھے کھانے آتے تھے، حضرت مولانا طلحہ صاحب کی اہلیہ محترمہ نے (اللہ ان کو بھی بہت جزائے خیر دے، وہ ان دنوں بیمار ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ ان کو صحت و عافیت عطا فرمائے) شیخ کی بڑی خدمت کی، شیخ کے لیے اچھے اچھے کھانے بنا کر بھیجتی تھیں، اور کبھی کبھی جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن میں جو چھٹی کا دن ہوتا تھا، ایک طشتری میں اچھا پان بھی سجا کر بھیجتی تھیں اور شیخ اس کو بڑے اہتمام سے کھاتے اور فرماتے: یہ شاہی پان ہے۔ گویا ہم نے شیخ کو پان کھاتے بھی دیکھا ہے۔ شیخ مجھ سے کبھی کبھی فرماتے: طاہر! تو جو مدرسہ کی دال لیتا ہے (آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مظاہر میں آج بھی دوپہر کے کھانے میں دو نان اور برکتی دال ہوتی ہے) اس میں سے مجھے بھی کبھی تھوڑی کھلا دیا کر، مجھے اپنی طالبِ علمی کا زمانہ یاد آجاتا ہے۔ تو شیخ بڑے مزے لے لے کر

اس دال کو کھایا کرتے تھے۔ شیخ کی طبیعت میں عبدیت بہت زیادہ تھی اور حدیث کا جتنا علم حاصل کرتے تھے، اس پر عمل کا بھی اتنا ہی اہتمام فرماتے، بڑے اہتمام سے حضور ﷺ کے ارشادات کو یاد رکھ کر، استحضار کے ساتھ عمل کرتے تھے۔

فإنه ولي حرّه وعلاجه:

شیخ کا ایک دائمی معمول تھا کہ اگر خادم نے کوئی چیز پکائی ہے، چاہے تھوڑی سی پکائی ہو لیکن تھوڑا سا خادم کے لیے ضرور بچایا کرتے تھے، اور فرماتے کہ حدیث میں آپ ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ جس آدمی نے آپ کے لیے پکایا ہے، اس نے آپ کے لیے آگ کی گرمی برداشت کی ہے، اس کو یا تو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلو، یا اس کے لیے تھوڑا سا بچالو! مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ شیخ نے خادم کی پکائی ہوئی چیز پوری کھالی ہو، ہمیشہ خادم کے لیے ضرور بچاتے۔

أعطوا الأجير أجره:

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے، میں لینے کے لیے دہلی گیا، ہم لوگ دہلی ایئرپورٹ سے دہلی اسٹیشن پہنچے، اور سیکنڈ کلاس میں ہمارا ٹکٹ تھا، میں اور شیخ، تیسرا کوئی نہیں۔ شیخ کے پاس سامان تھا اور بہت ساری کتابیں تھیں، اس وقت وہیل والی بیگ بھی نہیں تھی، قلیوں کی بہت زیادہ ڈیمانڈ تھی، بیچارے ایک قلی نے دوڑتے بھاگتے ہانپتے، پسینے میں شرابور ہو کر جب ٹرین پر سامان پہنچایا، تو شیخ مجھ سے فرمانے لگے: طاہر! جلدی سے اس کو اس کی مزدوری دے دے! حدیث میں آتا ہے: ”أعطوا الأجير

أجره قبل أن يجف عرقه" (رواه ابن ماجه عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ) (مزدور کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کو مزدوری دے دو)

خیر جلیس فی الزمان کتاب:

کتابوں کی بات آئی، تو شیخ کو کتابوں سے کتنا لگاؤ تھا، یہ ایک مستقل عنوان ہے، میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی کتاب غلطی سے کبھی گر گئی، تو شیخ کی جان نکل جاتی، جیسے موبائل گرتا ہے تو ہماری جان نکل جاتی ہے۔ ہم لوگ تو کتابوں کو اپنی سہولت کے لیے الماریوں میں کھڑی رکھتے ہیں، تاکہ نکالنے میں آسانی رہے، مگر شیخ کی ادا نرالی تھی کہ وہ کتابوں کو کھڑی نہیں رکھتے تھے، آج بھی آپ جا کر شیخ کی کتابیں دیکھیں تو کوئی کتاب آپ کو کھڑی نہیں ملے گی، نیز شیخ ہمیشہ فرماتے تھے: کتاب کو ہمیشہ پٹ رکھو! آپ کو نکالنے میں ضرور دشواری ہوگی، لیکن اس طرح کتاب کی جلد محفوظ رہتی ہے اور کھڑی رکھنے سے کتاب کی جلد کمزور ہو جاتی ہے۔ کتابوں سے لگاؤ کے سلسلہ میں ایک اور بات بتاؤں کہ کتاب کی پہلی جلد جو سب سے اوپر ہوتی اس کے بارے میں فرماتے کہ اس کو الٹ کر رکھو! یعنی: اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر۔ چوں کہ شیخ کے کمرہ میں دھول بہت آتی تھی، چاروں طرف سے کھلا ہوا تھا، اس لیے شیخ کتاب کا اوپر کا حصہ الٹ کر رکھواتے تھے اور فرماتے کہ اوپر کا حصہ کتاب کا چہرہ ہے، چہرہ پر دھول نہیں لگنی چاہیے۔ متنبی کا شعر ہے ؎

أعز مكان في الدنیٰ سرج سابح	وخير جليس في الزمان كتاب

(دنیا میں سب سے معزز جگہ تیز گام گھوڑے کی زین ہے، اور زمانہ میں بہترین ہم نشیں کتاب ہے، کتاب)

بہر حال، شیخ کی رحلت سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا، اب پتہ نہیں کہ یہ خلا پُر ہو گا یا نہیں اور اگر ہو گا تو کب ہو گا؟ اللہ تعالیٰ شیخ کو غریقِ رحمت فرمائے، شیخ کی وفات کے بعد امت کو فتنوں سے محفوظ رکھے، شیخ کے علوم و معارف سے ہمیں اور پوری امت کو فیض یاب فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین